مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا کا ماہوار رسالہ

اگست 2026

النداء

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

AN-NIDA MAGAZINE

مجلہ النداء شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا سنہ ۱۹۸۹

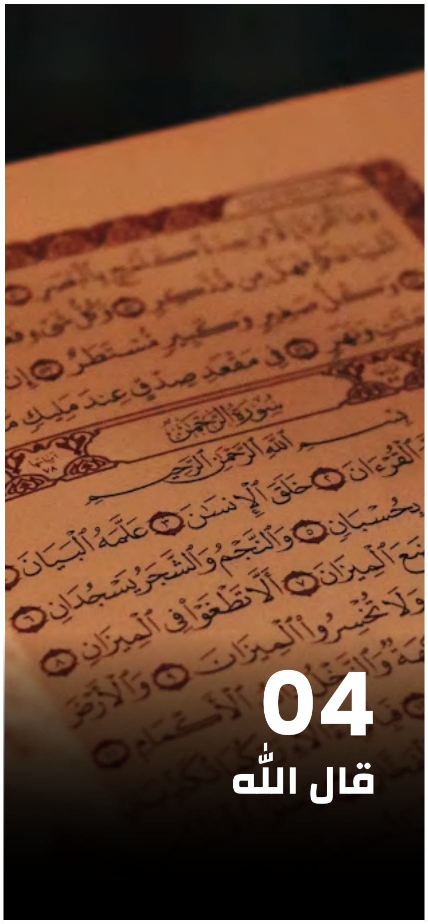

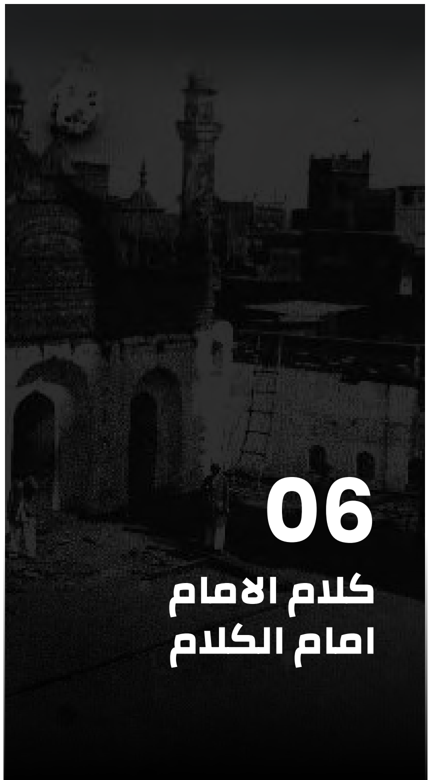

04 قال اللّٰہ

05 قال الرسول ﷺ

06 کلام الامام امام الکلام

08 فرمان خلیفۂ وقت

قال اللہ

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ

اور یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

(سورۃ القلم، آیت ۵)

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں گا اور میں سب سے پہلا ہوں جس کی قبر کھولی جائے گی اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میں سب سے پہلا ہوں جس کی شفاعت قبول کی جائے گی

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب نمبر 2 حدیث 2278)

کلام الامام امام الکلام

فرمان حضرت مسیح موعودؑ

جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اُس کی نظر محدود نہ تھی اور اس کی عام غم خواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا۔ بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اُس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی۔ اس لئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصّہ اس کو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اُس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے۔ اور اُس کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصول معرفت کی اصل جڑ ہے۔ بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص اُمتی نہ ہو اُس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھیرایا۔ لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا اُمتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۹، ۳۰)

فرمانِ خلیفہ وقت

آپؐ کے اخلاق قرآن کریم کے عین مطابق تھے۔ تو کسی بھی خُلق کو لے لیں آپؐ اس کی اعلیٰ ترین مثال تھے جس سے بڑھ کر کوئی اَور مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

(خطبہ جمعہ 12؍جون 2026ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

رسول کریم ﷺ باوجود اپنی تمام سنجیدگیوں کے اور عارضی خوشیوں سے بالا ہونے کے اور باوجود اپنے اس عظیم الشان دعوی کے جو ان کے درجہ کو معمولی انسان سے غیر محدود طور پر اونچا کر دیتا تھا اس طبعی جذبہ کو دبانے کی کبھی کوشش نہ کرتے تھے۔ آپ کے درجہ کی بلندی اور رفعت میں سے پھوٹ پھوٹ کر خوش طبعی کا انسانی جذبہ ایسے خوشنما طور پر نکل رہا تھا کہ دیکھنے والے کو حیرت ہوتی تھی۔ وہ جو ایک تند اور سخت مزاج حاکم کو دیکھنے کی امید رکھتا تھا ایک خوش مذاق اور مسکراتے ہوئے چہرہ کو دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا۔ مجلس اصحاب میں بیٹھے جہاں اعلیٰ تعلیمات کا درس دیا جاتا تھا لوگوں کی کوفت کو دور کرنے اور ملال کو کم کرنے کے لئے لطائف بھی بیان ہوتے چلے جاتے تھے۔ کبھی اپنے اصحاب سے پاکیزہ ہنسی بھی ہوتی جاتی تھی۔ بچے آجاتے تو ان کو بہلانے کے لئے کوئی چڑیا چڑے کا قصہ بھی بیان ہو جاتا تھا۔ کبھی بچہ کو خوش کرنے کے لئے اس کے منہ پر پانی کا باریک چھینٹا دیا جاتا تو اہل خانہ کی دلجوئی کے لئے عرب کی مروجہ کہانیوں میں سے کوئی کہانی بھی سنا دی جاتی تھی مگر ہاں ان سب امور کے ساتھ ساتھ یہ تعلیم بھی دی جاتی تھی کہ (1) ہنسی اس رنگ میں نہ کرو کہ دوسرے کی تحقیر یا دل شکنی ہو (2) ہنسی کو پیشہ یا عادت نہ بناؤ اور اس غرض سے ہنسی نہ کرو کہ لوگ ہنسیں بلکہ جس وقت طبیعت خود بخود اپنے آپ کو پُر کیف رنگ میں ظاہر کرنا چاہے اسے ایسا کرنے دو (3) ہنسی اور مذاق میں جھوٹ نہ ہو بلکہ صداقت کا پہلو محفوظ ہو تا ادنیٰ طبعی جذبات کے ظہور کے وقت اعلیٰ طبعی جذبات کا خون نہ ہوتا چلا جائے۔

(سیرۃ النبی ﷺ جلد 3، صفحہ 151 152-)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشقِ الٰہی اور نماز سے بے مثال محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عبادتوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

یہ تھوڑا سا حصہ میں گذشتہ سے پہلے ایک خطبہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں جہاں میں نے سیرت کو بیان کیا تھا لیکن اس کی کچھ مزید تفصیل بھی ہے وہ بھی بیان کرتا ہوں۔ اس سے آپؐ کے اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ضعف کی وجہ سے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے۔ اس لیے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپؐ نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لیے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب آپؐ نے مرض میں خفّت محسوس کی تو آپؐ آدمیوں کے سہارے نماز پڑھنے کے لیے نکلے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظّارہ ہے کہ شدّتِ درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے تھے۔ جب آپؐ مسجد پہنچے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ جائیں تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے ارادے کو بھانپ لیا اور اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا اور آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی شروع کی اور حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کی نماز کے ساتھ ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو کیسی ہی خطرناک بیماری ہو آپؐ خدا تعالیٰ کی یاد کو نہ بھلاتے۔ عام طور پر لوگوں کو دیکھا گیا ہے ذرا تکلیف ہوئی اور سب عبادتیں بھول گئیں۔ نماز باجماعت اور دوسری شرائط کی ادائیگی میں تو اکثر کوتاہی ہو جاتی ہے لیکن آپؐ کا یہ حال تھا کہ معمولی بیماری تو الگ رہی اس مرض میں جس میں آپؐ فوت ہو گئے اور جس کی شدّت کا یہ حال تھا کہ آپؐ کو بار بار غش آجاتے تھے اور اٹھنے سے قاصر تھے لیکن جب نماز شروع ہو گئی تو آپؐ برداشت نہ کر سکے کہ خاموش گھر میں بیٹھے رہیں۔ اسی وقت دو آدمیوں کے کندھے پر سہارا لے کر باوجود اس کمزوری کے کہ قدم لڑکھڑاتے جاتے تھے نماز باجماعت کے لیے مسجد میں تشریف لے آئے۔ بے شک ظاہراً یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے لیکن ذرا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو دیکھو جس میں آپؐ مبتلا تھے۔ پھر اس ذکر الٰہی کے شوق کو دیکھو کہ جس کے ماتحت آپؐ نماز کے لیے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لائے تو معلوم ہو گا کہ

یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ آپؐ کے دل میں ذکر الٰہی کا جو شوق تھا اس کے اظہار کا ایک آئینہ ہے۔ ہر ایک صاحبِ بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ ذکرِ الٰہی آپؐ کی غذا تھی اور اس کے بغیر آپؐ اپنی زندگی میں کوئی لطف نہ پاتے تھے۔ اسی کی طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا ہے کہ جن چیزوں سے مجھے محبت ہے ان میں سے ایک قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔ یعنی نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

شریعت کے لحاظ سے آپؐ کا باجماعت نماز پڑھنا یا مسجد میں آنا کوئی ضروری امر نہ تھا کیونکہ بیماری میں شریعتِ اسلام کسی کو ان شرائط کے پورا کرنے پر مجبور نہیں کرتی۔ بیماری ہو تو گھر میں نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن یہ عشق کی شریعت تھی۔ ایک وہ شریعت کا حکم تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر جو عمل تھا وہ عشق کی شریعت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار تھا۔ وہ تو شریعت کے احکام تھے لیکن یہ عشق کی شریعت تھی یہ عشق کی باتیں تھیں۔ یہ محبت کے احکام تھے جو اس سے بڑھ کر تھے۔ اس میں عشق اور محبت ٹپک رہی تھی۔

بے شک شریعت آپؐ کو اجازت دیتی تھی کہ آپؐ گھر میں ہی نماز ادا فرماتے لیکن آپؐ کو ذکر الٰہی سے جو محبت تھی وہ مجبور کرتی تھی کہ خواہ کچھ بھی ہو آپؐ ہر ایک تکلیف برداشت کر کے تمام شرائط کے ساتھ ذکر الٰہی کریں اور اپنے پیارے کو یاد کریں۔

جب اس تکلیف کی حالت میں آپ کو ذکر الٰہی سے یہ وابستگی تھی تو صحت کی حالت میں قیاس کیا جا سکتا ہے۔ آدمی سوچ سکتا ہے کہ آپؐ کس جوش کے ساتھ اپنے پیارے کے ذکر میں مشغول رہتے ہوں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق تھا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر آتے ہی آپؐ کے اندر ایک جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ سے ایسی محبت تھی کہ تندرستی اور بیماری میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہی آپؐ کی غذا تھا اور یہی بات آپؐ اپنی امت اور اپنے لوگوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے کہ ان کو بھی اس چیز کی عادت پڑے۔

(خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16 جنوری 2026ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا جس کے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اس کا ضروری نتیجہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں یعنی اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے تو محبت اور اطاعت اور پیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے اور جس طرح بذریعہ دوا مرض سے ایک انسان پاک ہو سکتا ہے ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور جس طرح نور ظلمت کو دور کرتا ہے اور تریاق زہر کا اثر زائل کرتا ہے اور آگ جلاتی ہے ایسا ہی سچی اطاعت اور محبت کا اثر ہوتا ہے۔

(حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رُو سے، جلد اول، صفحہ 422-423)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں اس قدر روتے اور قیام کرتے کہ آپؐ کے پاؤں پر ورم ہو جاتا۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کے تمام گناہ بخش دیئے ہیں پھر اس قدر مشقت اور رونے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ ہوں۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 231)

آنحضرتؐ کی یہ حالت تھی کہ آپ کے پاس جو کچھ ہوتا وہ سخاوت کر دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ کے گھر میں ایک مُہر تھی آپؐ نے اس کو لے کر تقسیم کر دیا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 323، ایڈیشن 2022ء)

دینی غیرت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عرب کے نمائندے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ کو دولت کی تمنا ہے تو عرب کی آدھی دولت حاضر کرتے ہیں۔ اگر عورت چاہتے ہیں تو جو عورت پسند ہو وہ پیش کرتے ہیں۔ اگر حکومت چاہتے ہیں تو ہم بادشاہ ماننے کو تیار ہیں۔ مگر آپ ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دیں۔ گویا کہ وہ بتوں کی غیرت کے لئے ننگ و ناموس بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہیں مگر نبی کریم ﷺ کی غیرت بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں اگر سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر لا کر رکھ دو تو بھی میں شرک کے خلاف وعظ کہنے سے باز نہ رہوں گا دونوں نے غیرت دکھائی۔ مگر سچی غیرت غالب آئی۔ وہی سچی غیرت جو لَا إِلٰہ إِلَّا اللہُ کے لئے دکھائی گئی۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد دوم، صفحہ 25-26)